اہل سنت کا نشان
ماہنامہ بقیع کراچی
NOVEMBER 2005
مفت سلسلہ اشاعت 139

وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَی اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا (القرآن)

اور کون زیادہ بہتر ہے بات میں جس نے بلایا اللہ کی طرف اور کام کیا لیاقت والا (معارف القرآن)

فریضۂ دعوت و تبلیغ

مصنفہ

شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی، جیلانی مدظلہ العالی

جانشین حضور محدث اعظم ہند رضی اللہ عنہ

تخریج

حضرت مولانا ابو حماد محمد مختار اشرفی

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی۔

فریضۂ دعوت و تبلیغ

مُصنّفہ

شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی، جیلانی مدظلہ العالی
جانشین حضور محدث اعظم ہند رضی اللہ عنہ

تخریج

مولانا ابوحماد محمد مختار اشرفی مدظلہ العالی
رکن مرکز تحقیقات النصوص الشرعیہ والثقافۃ الاسلامیہ، نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی۔

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیۡکَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ

نام کتاب : فریضۂ دعوت و تبلیغ

مصنّف : شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی
جانشین حضور محدث اعظم ہند رضی اللہ عنہ

تخریج : مولانا ابوحماد محمد مختار اشرفی
رکن مرکز تحقیقات النصوص الشرعیہ والثقافۃ الاسلامیہ

پروف ریڈنگ : مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی
رئیس دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنّت
ورکن مرکز تحقیقات النصوص الشرعیہ والثقافۃ الاسلامیہ

ضخامت : ۴۰ صفحات

تعداد : ۲۰۰۰

سن طباعت : شوال ۱۴۲۶ھ بمطابق نومبر 2005ء

سلسلہ اشاعت : ۱۳۹

☆☆ ناشر ☆☆

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی۔74000

فون: 2439799

عرض ناشر

آج عالم اسلام پر ایک عجیب کیفیت طاری ہے ایسے ایسے ابن الوقت قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے جو اپنے آپ کو مبلغ اسلام کہہ کر سیدھے سادے لوگوں کو گمراہی و بے دینی کی راہ پر ڈالنے میں ذرہ برابر پس و پیش نہیں کرتے۔ اسلاف کی تفاسیر و کتب کے ذخیروں کو پس پشت ڈال کر ایک نعرہ بلند کرتے ہیں کہ قرآن وحدیث کو سمجھنا ہر ایک کے لیے صرف درس سن کر یا تحت اللفظ ترجمہ پڑھ کر ممکن ہے حالانکہ وہی لوگ دنیوی اعتبار سے تعلیم حاصل کرنے میں سالوں کی محنت و کاوش کے قائل نظر آتے ہیں اسی طرح کی باطل تحریکیں جب بھی اٹھیں علماء حق نے جواب دے کر اہل ایمان کے ایمان کی حفاظت کی ہے۔

فی زمانہ قرآن اور اسلام کے نام پر بعض جماعتوں نے اہل ایمان کا ایمان سادہ گوئی سے خریدنے کی کوشش کی اور لوگوں کو اکسایا کہ ہر بندہ تبلیغ کا فریضہ انجام دے سکتا ہے اور اس میں کسی اہل علم کی طرف نظر کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی کسی تفسیر کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے بلکہ جو ظاہری معنی نظر آتے ہیں اس پر عمل پیرا ہوں اور ضَلُّوْا وَ اَضَلُّوْا " گمراہ ہوں گے اور گمراہ کریں گے " والی حدیث کا مصداق بن کر اپنے لیے گہری کھائی کا انتظام کریں۔ (العیاذ باللہ)

جمعیت اشاعت اہلسنّت کے شعبہ نشر و اشاعت نے اس کتاب کو شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے تاکہ عوام اہلسنّت کو فریضۂ دعوت و تبلیغ کے اصل منصب سے آگاہ کیا جاسکے۔ یہ جمعیت کے تحت شائع ہونے والی 139 ویں کتاب ہے۔

فقط

محمد مختار اشرفی غفرلہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

"پیش لفظ"

کتاب "فریضہ دعوت و تبلیغ" کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اس کا جواب مجھ سے نہیں، بلکہ مندرجہ ذیل عقائد اور پالیسی رکھنے والے خود ساختہ مبلغین کی گفتگو اور ان کے پندار علم کو سامنے رکھتے ہوئے کتابِ مذکور کو پڑھ کر خود ہی لے لیجئے۔

(۱) قرآن حکیم نجات کے لئے نہیں بلکہ ہدایت کے لئے کافی ہے۔

(تفہیمات: صفحہ ۳۲۱)

(۲) میرے نزدیک صاحبِ علم آدمی کے لئے تقلید ناجائز اور گناہ، بلکہ اس سے بھی کچھ شدید تر چیز ہے۔ (رسائل و مسائل: صفحہ ۲۲۴)

(۳) وہابیت سے بچنے کا اہتمام نہ کیجئے لوگوں نے درحقیقت مسلمان کے لئے یہ دوسرا نام تجویز کیا ہے۔ (ترجمان القرآن صفحہ ۲۱)

(۴) ہمارے لٹریچر اور کام کو دیکھنے کے بعد جو شخص اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ یہ ابن عبدالوہاب نجدی کی تحریک ہے۔ یا آگے چل کر ہی کچھ بن جائے گی تو وہ اپنی رائے کا مختار ہے۔ ہم کسی شخص کو رائے رکھنے کے اختیار سے محروم نہیں رکھ سکتے۔ (ترجمان القرآن: جون ۱۹۷۶ء صفحہ ۵۷)

(۵) پیغمبروں کو عمل کی وجہ سے فضیلت نہیں، عمل میں تو بعض امتی پیغمبر سے بڑھ جاتے ہیں۔ (مدینہ بجنور: یکم جولائی ۱۹۵۸ء)

(۶) لفظ "رحمۃ للعالمین" صفت خاصہ رسول اللہ ﷺ کی نہیں ہے۔

(فتاوی رشیدیہ: جلد ۲، صفحہ ۹)

(۷) سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بہ قسم کہتا ہوں میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانہ میں ہدایت ونجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔

(تذکرۃ الرشید: جلد۲، صفحہ۱۷)

(۸) میں نے یہ کتاب لکھ دی ہے گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔ (حکایات اولیاء: صفحہ۴۷)

(قارئین، اس بات کا خیال رہے کہ یہ لڑائی بھڑائی گذشتہ ۱۵۰ سال سے امت میں چل رہی ہے اور ختم ہونے کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی)۔

(۹) یہ دعوی کرنا صحیح نہیں ہے کہ بخاری میں جتنی احادیث درج ہیں ان کے مضامین کو بھی جوں کا توں بلا تنقید قبول کر لینا چاہئے۔ اس سلسلہ میں یہ بات بھی جان لینے کی ہے کہ کسی روایت کے سنداً صحیح ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا نفس مضمون بھی ہر لحاظ سے صحیح اور جوں کا توں قابل قبول ہو۔

(رسائل ومسائل: صفحہ۴۲)

(۱۰) اسلام میں ایک نشاۃ جدیدہ کی ضرورت ہے۔ پرانے اسلامی مفکرین ومحققین کا سرمایہ اب کام نہیں دے سکتا۔ (تنقیحات: صفحہ۱۵)

(۱۱) ایک گلہ بانی اور سوداگری کرنے والے ان پڑھ بادیہ نشین کے اندر یکایک اتنا علم، اتنی روشنی، اتنی طاقت، اتنے کمالات، اتنی زبردست تربیت یافتہ قوتیں پیدا ہو جانے کا کون سا ذریعہ تھا۔ (تفہیمات: ۲۱۰)

(۱۲) نبی ہونے سے پہلے تو حضرت موسی علیہ السلام سے بھی ایک بڑا گناہ ہو گیا تھا کہ انھوں نے ایک انسان کو قتل کر دیا تھا۔ (رسائل ومسائل ۳۱)

(۱۳) اس اسرائیلی چرواہے کو بھی دیکھئے جس سے وادی مقدس طویٰ میں بلا کر باتیں کی گئیں۔ (مودودی حقائق ۱۴ بحوالہ تفہیمات ۲۴۹)

(۱۴) نبی ﷺ کو عرب میں جو زبردست کامیابی ہوئی اس کی وجہ یہی تھی کہ آپ کو عرب میں بہترین انسانی مواد مل گیا تھا جس کے اندر کیریکٹر کی زبردست طاقت موجود تھی اگر خدانخواستہ آپ کو بودے، کم ہمت، ضعیف الارادہ اور ناقابل اعتماد لوگوں کی بھیڑ مل جاتی تو کیا پھر بھی وہ نتائج نکل سکتے تھے؟

(اخلاقی بنیادیں ۲۱)

(۱۵) ان سے کہو اللہ اپنی چال میں تم سے زیادہ بہتر ہے۔

(تفہیم القرآن پارہ ۱۱ رکوع ۸)

☆ جو رسول اللہ ﷺ کی اتباع سے ہٹا کر اپنی اتباع کی طرف لگائیں۔

☆ جو راہ تو دکھائیں دین کی مگر ان کی منزل حکومت و امارت ہو۔

☆ جو ظاہر میں داعیٔ حق ہوں مگر اصل میں قرآن کی آیتیں سستے داموں بیچ رہے ہوں۔

☆ جو اپنے ذریعہ روزگار کے لئے مسجدیں بنائیں، چاہے وہ "مسجد ضرار" کی مثال ہی کیوں نہ بن جائیں۔

☆ جن کے قول و فعل میں تضاد پایا جائے۔

ایسے اشخاص یا ان کے ایجنٹ و متبعین جن کی سوچ اتنی گری ہوئی ہو، قرآن وحدیث کے علوم وفنون سے وہ کوسوں دور ہوں، انبیاء و مُرسلین کا صریحاً مذاق اڑا رہے ہوں، اپنی باطل تبلیغ کے ذریعہ لوگوں کے ایمان وعقائد سے کھیل رہے ہوں،

اور اپنے باطل عقیدہ ونظریہ کی تشہیر کے لئے قریہ قریہ بستی بستی مارے مارے پھر رہے ہوں۔ ایسے حضرات جب منبر ومسند پر بیٹھیں گے، اور از خود فریضہ دعوت وتبلیغ انجام دیں گے تو قوم کو سوائے ذہنی آزار اور گمراہی کے اور کچھ نہ دے سکیں گے۔ جہالت کی اس گرم بازاری مین اسلام کی نشاۃ جدیدہ کی مانگ، وہ لوگ کر رہے ہیں، جنھیں تعلیمات اسلام، علمی موشگافیوں یا فقہاء ومحدثین کی زرف نگاہی وبالغ نظری کو سمجھنا تو دور کی بات ہے، معمولی عربی اور اردو سمجھنے کی بھی صلاحیت نہیں ہے۔

مجھے یہ عرض کرنے میں کوئی باک نہیں کہ قوم کو علمی اور فکری میٹر دینے کے بجائے نیم خواندہ مولوی حضرات نے اپنی رٹی رٹائی تقریروں کے ذریعہ قوم کو نعروں کی گھن گرج عطا فرمائی، جعلی پیروں نے جھاڑ پھونک، اور تعویذ گنڈوں سے اپنی شکم پروری وتن آسانی کا بندوبست کیا، ماڈرن سجادگان نے اسلاف کے طریقہ کار کو چھوڑ کر بت شکنی کی جگہ بت فروشی کو اپنا لیا۔ اور اپنی خانقاہوں کی اصلاح وتربیت کو قصہ پارینہ بنا ڈالا۔ وہ علماء جو صحیح معنوں میں وارث النبی ﷺ ہیں خال خال پائے جاتے ہیں۔

عَنْ ابنِ عُمر رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ "مَنْ تَعلَّمَ عِلْماً لِغیرِ اللّٰہِ أَوْ أَرادَ بِہٖ غَیرَ اللّٰہِ فَلْیَتبوَّأْ مقعدَہٗ مِنَ النَّارِ" (۱)

یعنی، جس نے غیر اللہ کے لئے کوئی علم حاصل کیا (یا فرمایا) جس نے کوئی علم اس لئے حاصل کیا کہ اس سے اس کا ارادہ خدا کے علاوہ کوئی اور ہے، تو اسے اپنا

---

(۱) اس حدیث کو امام ترمذی نے "جامع الترمذی" کے کتاب العلم، باب ما جاء فیمن یطلب بعلمہ الدنیا (برقم: ۲۶۵۵) میں اور امام بیہقی نے "السنن الکبریٰ" اور ابن ماجہ نے "الکامل" میں روایت کیا ہے۔ اسی طرح مناوی نے "فیض القدیر" میں ذکر کیا ہے۔

ٹھکانہ جہنم بنالینا چاہئے (ترمذی)

اور فرمان رسول ﷺ ہے:

أَشَدُّ النَّاسِ عَذَاباً عَالِمٌ لَمْ يَنفَعْهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِعِلْمِهٖ (۱)

یعنی، سب سے سخت عذاب اس عالم کو ہوگا جس کے علم سے اللہ تعالیٰ نے اس کو نفع نہ دیا ہو۔

قوم پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ایسے لوگوں کو دیکھ کر سمجھنے کی کوشش کریں، کہ کہیں یہ لوگ غارت گرِ ایمان وعمل تو نہیں؟ خدا کا شکر ہے کہ گل گلزار قادریت، شمع شبستان چشتیت، نازش اشرفیت، واقفِ رموزِ حقیقت ومعرفت، شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی، جیلانی مدظلہ نے اپنے قلم فیض رقم سے باطل اور باطل پرست چہروں کو بے نقاب کرتے ہوئے وہ کسوٹی عطا فرمائی ہے کہ جس سے حق و باطل میں امتیاز کر سکیں......لیکن......یہ تحریر متن کی حیثیت رکھتی ہے، کاش! جماعت علماء حق میں سے کوئی صاحب دل، اسی نہج پر، باطل کے دیگر حقائق کو طشت ازبام کردیں۔

زمانہ اہل خرد سے تو ہو چکا مایوس

خدا کرے کوئی دیوانہ کام کر جائے

فقیر ابوالفضل

محمد فخر الدین علوی

۹ ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ/ ۱۱ فروری، ۲۰۰۳ء

---

(۱) اس حدیث کو امام قرطبی نے "الجامع لأحكام القرآن" (۱/۳۶۶) سورۂ بقرہ کی آیت ۴۴: کے تحت "سنن ابن ماجہ" کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

حَامِداً وَّ مُصَلِّیاً وَّ مُبَسْمِلاً

جماعت اسلامی کے ایک فرد کی جانب سے میرے پاس تین سوالات آئے۔ سوالات کو گہری نظر سے دیکھنے کے بعد سائل "دیوانہ بکار خویش ہشیار" کا مِصداق نظر آیا۔ سوالات کے تیور بتا رہے ہیں کہ سائل اپنے سوالات کا جواب نہیں چاہتا اور نہ وہ کسی جواب کو تسلیم کرنے کا اپنے اندر کوئی جذبہ رکھتا ہے۔ یعنی وہ ایک خالی الذہن سائلِ محض نہیں ہے، بلکہ وہ اپنے طور پر عقیدہ و عمل کی ایک فیصلہ کُن منزل تک پہونچ چکا ہے۔ اسی لئے اس نے پوری فنی چابکدستی کے ساتھ سوالات کے پردے میں جماعت اسلامی کی تحریک کی، دبے لفظوں میں تائید کی ہے اور اس کو مزاج شناس دین اسلام، بتایا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ اشاروں اور کنایوں میں، اس جماعت کے علاوہ دوسری باطل جماعتوں ہی کا نہیں بلکہ "سوادِ اعظم" کا بھی مذاق اور تمسخر اڑایا ہے۔ حتی کہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم پر جماعت اسلامی کے مذاق کے مطابق طنز و تعریض کیا ہے کہ یہ مقتدر ہستیاں، یا تو روح اسلامی سے خالی تھیں یا مزاج شناس اسلام نہیں تھیں۔ یا اتنی صلاحیت و استعداد ہی نہ رکھتی تھیں جس سے وہ اسلام پر صحیح طور سے عمل کر سکیں یا کرا سکیں۔ یعنی اسلام کو اس کے اصلی رنگ و روپ میں جاری و نافذ کرنے کی ان کے اندر کوئی قوت نہ تھی۔ لہٰذا رسول ﷺ کے لائے ہوئے اسلام کو ان لوگوں نے اپنے دل و دماغ اور عقیدہ و عمل سے نکال باہر کر دیا۔ اور ایک نئے اسلام کو ماننے والے بن کر رہ گئے۔ کیوں کہ ان کے نزدیک رسول ﷺ کا لایا ہوا اسلام نا قابل عمل ہو چکا تھا...... الحاصل...... انھوں نے رسول ﷺ کے لائے ہوئے اسلام کو چھوڑ کر، ایک ایسے اسلام کو اپنا لیا، جس کو اپنانے سے بہتر یہ تھا کے لادینی راہ کو اپنا لیتے۔

یہ ہے خلاصہ ان خیالات کا جو سائل اپنے سوالات کے پردے میں پیش کرنا چاہتا ہے۔ میں نے تینوں سوالوں کا مختصرا جواب دیا۔ جس کا خلاصہ صرف اتنا تھا کہ سائل کا یہ خیال کے رسول ﷺ کا لایا ہوا اسلام، دور خلافتِ راشدہ کے بعد فنا ہوگیا، باطل ہے۔ دور خلافتِ راشدہ کے بعد صحابۂ کرام، تابعین اور تبع تابعین کرام رضی اللہ عنہم کا مقدس وجود، سائل کے اس خیال کا بطلان کر رہا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ قرآن کریم کی دو آیتیں اور ایک حدیث شریف بھی تحریر کر دی تھی۔ جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہا کہ اسلام اور وہ بھی رسول ﷺ کا لایا ہوا اسلام دور خلافت میں بھی تھا، اور اس کے بعد بھی رہا۔ آج بھی ہے اور آج کے بعد بھی رہے گا۔ اب اگر کوئی یہ خیال کرے کہ یہ دعویٰ غلط ہے، کہ رسول ﷺ کا لایا ہوا اسلام آج بھی موجود ہے اور دورِ خلافت کے بعد بھی موجود تھا، تو اس خیال کرنے والے کے اعتراض کا روئے سخن کسی جماعت کی طرف نہیں، بلکہ براہِ راست قرآن و حدیث اور ان کے واسطے سے خدا اور رسول کی طرف ہوگا۔ یہ تھا میرے جواب کا مرکزی خیال جس کو میں نے مختلف لب و لہجہ میں سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ جواب کی تمہید کا بعض پیراگراف "علی سبیل الترقّی" اور بعض "علی سبیل التنزّل"، گویا جملہ اصول افہام و تفہیم کو مدنظر رکھتے ہوئے گفتگو کی گئی تھی۔ زبان تحریر بھی بہت آسان اور سلیس تھی، لیکن جب سائل کے پاس جواب پہونچا تو ایک روایت کے مطابق، اس نے پورے جواب کو یہ کہہ کر نظر انداز کر دیا، کہ زبان بڑی سخت ہے۔ اردو آسان نہیں استعمال کی گئی ہے، جس کی وجہ سے جواب سمجھ میں نہیں آیا۔ یہ اطلاع جب مجھے ملی تو میں سراپا حیرت بن گیا کہ ایک طرف تو سائل یہ دریافت کرنا چاہتا ہے کہ "ہم لوگوں کو کس اسلام کی دعوت دیں"

دوسری طرف اس کا مبلغِ علم یہ ہے کہ معمولی سی اردو سمجھنے سے قاصر ہے۔ غور فرمایئے جو اتنی بھی صلاحیت نہ رکھتا ہو کہ اردو کی ایک تحریر سمجھ سکے وہ قرآن کریم اور حدیث شریف کو کیا سمجھ سکے گا اور پھر کیا سمجھا سکے گا؟

یہ وہی دور فتنہ ہے جس کی نشان دہی مُخبرِ صادق علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمادی تھی کہ بے علم لوگ مسند ارشاد و ہدایت اور سریرِ دعوت و افتاء پر نظر آئیں گے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خود بھی گمراہ رہیں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ اگر میں سوالوں کے جواب میں صرف اتنا کہہ دیتا کہ "مہربان آپ نے اسلام کی جو تقسیم کر کے قدیم اسلام اور جدید اسلام کو ایک دوسرے سے الگ کیا ہے، یہ وہ بدعت سیئہ ہے، نصوص قطعیہ جس کی تائید نہیں کرتے، بلکہ غیر مبہم الفاظ میں تردید کرتے ہیں۔ اس سے پتہ چل گیا کہ آپ نے ابھی اسلام کو سمجھا ہی نہیں، لہذا اسلام کی دعوت دینے کے آپ مکلّف نہیں۔ اپنی بساط سے زیادہ پرواز کرنے کی کوشش نہ کیجئے۔ بس آپ کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ فرائض و واجبات اور مؤکداتِ شرعیہ کا علم حاصل کر لیجئے اور ان پر عمل کرتے رہیئے۔ رہ گیا دعوت و تبلیغ کے اہم منصب کو سنبھالنا، تو اس کو اربابِ علم وفقہ کے لئے چھوڑ دیجئے۔" تو میرا یہ کہنا کافی ہوتا۔ لیکن پھر بھی میں نے جواب پوری متانت و سنجیدگی کے ساتھ دیا۔ اور اب جب کہ یہ معلوم ہو گیا ہے کہ منصب دعوت و تبلیغ پر پہونچنے کا خواب دیکھنے والا ہمارا سائل، اردو بھی سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا، تو اب مجھے یہ کہنے میں کوئی رکاوٹ نہیں کہ اردو کے چند غیر مقلدانہ ذہنیت اور "اعتزال پسند" نظریئے سے بھرپور لٹریچر کا پڑھنا اور ہے اور قرآن و حدیث کا سمجھنا اور...... دعوت و تبلیغ کا نام بار بار آچکا ہے، لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں یہ

وضاحت کرتا چلوں کہ اللہ کی طرف سے جو فریضہ دعوت و تبلیغ، اُمتِ مُسلمہ پر عائد کیا گیا ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟ اس فرض کی کیا نوعیت ہے؟ یا اُمت کے سارے افراد اس کے مُکلف ہیں یا بعض؟ اس وضاحت کے بعد سائل، اچھی طرح سمجھنا چاہے تو سمجھ لے گا کہ اس کی اپنی منزل کیا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (آل عمران: ۳/۱۰۹)

ترجمہ: تم ان ساری امتوں میں بہتر ہو جو لوگوں کے لئے ظاہر ہوئیں۔ کہ بھلائی کا تو تم حکم دو اور برائی سے روکو۔ (معارف القرآن) (۱)

حدیث شریف میں اس آیت کی یہ تفسیر کی گئی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ قَالَ : خَيْرُ النَّاسِ لِلنَّاسِ يَأْتُونَ بِهِمْ فِي السَّلَاسِلِ فِي أَعْنَاقِهِمْ حَتَّى يَدْخُلُوا فِي الْإِسْلَامِ (۲) (بخاری شریف جلد دوم)

حضرت ابو ہریرہ سے ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ کے بارے میں روایت ہے کہ بہترین لوگ، لوگوں کے لئے لاتے ہیں ان کی گردنیں، زنجیروں میں (باندھ کر) تا کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔

---

(۱) "معارف القرآن" مخدوم الملۃ ابو المحامد حضرت سید محمد محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کا ترجمہ ہے۔

(۲) اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی "صحیح" کے کتاب التفسیر, آل عمران, باب ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (رقم ۴۵۵۷) میں روایت کیا ہے۔

اس حدیث کے متعلق حاشیہ بخاری میں، "عینی شرح بخاری" کے حوالے

سے ہے:

خَیرُ النَّاسِ لِلنَّاسِ یَأتُونَ بِھِمْ فِی السَّلَاسِلِ ...... الخ أی ینفعون للناس

حیث یُخرِجُونَ الکفارَ مِن الکفرِ و یجعلونھم مؤمنینَ باللّٰہِ العظیمِ و

برسولہ ﷺ روی عبد ابن حمید عن ابن عباس : ھُمُ الَّذِیْ ھَاجَرُوْا مَعَ

الرَّسُوْلِ ﷺ (۱)

خَیرُ النَّاسِ لِلنَّاسِ یَأتُونَ بِھِمْ فِی السَّلَاسِلِ

کا مطلب یہ ہے کہ نفع پہونچاتے ہیں لوگوں کو اس طور پر کہ، کفار کو کفر سے

نکال کر خدائے عظیم اور رسول کریم ﷺ پر ایمان لانے والا بنادیتے ہیں۔ عبد ابن حمید

نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ، یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے نبی

کریم ﷺ کے ساتھ ہجرت کی ہے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ کو حدیث شریف کی تفسیر مذکور نیز اس تفسیر کے حاشیہ کی

روشنی میں دیکھا جائے تو چند نتیجے نکلتے ہیں۔

"اولاً" ...... آیت مذکورہ میں خیر امت ان مجاہدین کو فرمایا گیا ہے جنھوں نے نبی کریم

ﷺ کے ساتھ ہجرت فرمائی ہے۔

"ثانیاً" ...... "امر بالمعروف" میں "معروف" سے مراد ایمان ہے۔ اور "نھی

عن المنکر" میں "منکر" سے مراد کفر ہے۔

۱۔ صحیح البخاری المجلد (۲)، کتاب التفسیر سورہ آل عمران باب قولہ ﴿کُنتُمْ خَیرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (حاشیہ ۱۵) ص ۶۵۴، مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ، کراتشی

"ثالثاً"...... "امر بالمعروف "اور"نھی عن المنکر "میں"امر و نھی " سے مراد جہاد ہے۔اس لئے کہ جہاد اگر ایک طرف "امر بالایمان " ہے تو دوسری طرف "نھی عن الکفر " بھی ہے۔

"رابعاً"...... خیر امت تمام امت مسلمہ کو نہیں کہا گیا ہے بلکہ اس سے مراد صرف مجاہدین ہیں......الحاصل......اس آیت کریمہ کے کسی گوشے سے یہ پتہ نہیں چلتا کے "امر بالمعروف یا نھی عن المنکر " کا مُکلّف، اُمّتِ اسلامیہ کا ہر ہر فرد ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾(آل عمران: ۳/۱۰۴)

اور تمہاری ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو بلائیں بھلائی کی طرف اور روکیں برائی سے (معارف القرآن)

" تفسیر بیضاوی" میں اسی آیت کریمہ کی تشریح میں اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہ "امر بالمعروف اور نھی عن المنکر " کا مکلّف ہر کس و ناکس نہیں۔

فرماتے ہیں:

لأنه لا يصلح له كل أحدٍ إذ للمتصدى له شروط لا يشترك فيها جميع الأمة كالعلم بالأحكام و مراتب الإحتساب و كيفية إقامتها

والتمكن من القيام بها (۱)

اس لئے کہ ہر ایک کو اس کی صلاحیت نہیں۔ اس لئے کہ ایسا قصد کرنے والے کے لئے، چند شرطیں ہیں، جن میں ساری امت شریک نہیں۔ مثلا احکام، احتساب، کیفیت، اقامت، امر ونہی کا جاننا، اور "تمکن من القیام"، کا علم...... اس کے فوراً ہی بعد فیصلہ کر دیا کہ بها خاطب الجميع و طلب فعل بعضهم یعنی الحاصل...... اس آیت میں خطاب تمامی اُمّت سے کیا ہے۔ لیکن صرف بعض افرادِ اُمّت کا فعل مطلوب ہے۔

"جلالین شریف" میں اسی آیت کے تحت ہے:

وَ مِنْ للتبعيض لأن ماذكر فرض كفاية لايلزم كل الأمة ولا يليق بكل أحدٍ كالجاهل (۲)

یعنی آیت مذکورہ میں "مِـنْ" تبعیض کے لئے ہے۔ اس لئے کہ حکم مذکور "فرض کفایہ" ہے، تمام اُمّت پر لازم نہیں، اور نہ ہر شخص کے لائق ہے۔ مثلا جاہل......

"تفسیر جامع البیان" میں ہے:

لأن أمر المعروف من فرض الكفايات وللمتصدى له شروط قال الضحاک هم الصحابة والمجاهدون والعلماء والخطاب للجميع

۱۔ تفسیر البیضاوی الجزء (۲) سورة آل عمران (۳/۱۰۴) ص ۳۱، ۳۲، مطبوعه دار احیاء التراث العربی، بیروت الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۸م

۲۔ تفسیر الجلالین (۳/۱۰۴)، سورة آل عمران ص ۶۳، مطبوعه: دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹م

......اس لئے کہ "امر بالمعروف "فرض کفایہ سے ہے اور ایسا کرنے والے کے لئے چند شرطیں ہیں۔ "ضحاک" نے کہا ہے کہ وہ صحابہ ومجاہدین اور علماء ہیں، اور خطاب ساری اُمّت سے ہے۔

اس دوسری آیۂ کریمہ کو اس کی مذکورہ بالا تفاسیر کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

"اولاً"......ساری اُمّت مسلمہ کو نہیں، بلکہ اُمّتِ اسلامیہ میں سے صرف ایک جماعت کو دعوت خیر، "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" کی ہدایت دی جارہی ہے۔

"ثانیاً"...... یہ امور مذکورہ یعنی دعوت امر و نہی ساری اُمّت اسلامیہ پر فرض ہے۔ لیکن یہ فرض، فرض کفایہ ہے۔ اگر ایک جماعت نے ادا کر دیا تو ساری اُمّت سبکدوش ہو جائے گی، ورنہ سب ماخوذ ہوں گے۔

"ثالثاً"......دعوت امر و نہی کی صلاحیت واستعداد ہر کس و ناکس میں نہیں ہوتی۔ لہذا کسی ایسے کو دعوت و تبلیغ کے کام پر مامور کرنا جو اپنے اندر اس کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، "تکلیف مالایطاق" ہے اور ﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾

یعنی، اللہ کسی نفس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔

(البقرة: ٢/٢٨٦)

"رابعاً"......صرف یہ ہی نہیں کہ جاہل پر تبلیغ وہدایت لازم نہیں بلکہ وہ اس کے لائق و سزاوار بھی نہیں۔

"خامساً"...... داعی کے لئے کچھ شرطیں ہیں جو ساری اُمّت میں مشترک نہیں۔ ہر داعی کے لئے ضروری ہے کہ ان جملہ شرائط کا حامل ہو۔ "تفسیر بیضاوی" نے ان شرطوں کی تصریح کی ہے۔

"سادساً"...... آیت مقدسہ میں خطاب عام ہے لیکن مراد خاص ہے۔

"سابعاً"...... دعوت امر و نہی کے لئے جس مقدس جماعت کا انتخاب کیا گیا ہے وہ صحابہ، مجاہدین، اور علماء کی جماعت ہے۔ لہٰذا ہر کس و ناکس کو یہ اُمور سپرد کرنا یا کسی جاہل کو داعی، و آمر، و ناہی بنا قرآن و سنّت کی اتباع کے بجائے احداث و بدعت و ضلالت ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

﴿اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَ الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَ جَادِلۡهُمۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ﴾ (النحل ۱۶/۱۲۵)

یعنی، بلاؤ اپنے پروردگار کی راہ کی طرف مضبوط تدبیر اور نصیحت کے ساتھ اور بحث کرو ان سے سب سے بہتر انداز سے۔ (معارف القرآن)

اس آیت کی تفسیر میں قاضی بیضاوی فرماتے ہیں:

﴿اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ﴾ إلى الإسلام ﴿بِالۡحِکۡمَۃِ﴾ بالمقالة المحكمة و هو الدليل الموضح للحقّ المزيح للشبهة ﴿الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ﴾ الخطابات المقنّعة و العبر النافعة فالأولى: لدعوته خواص الأمة الطالبين للحقائق و الثانية: لدعوة عوامهم (۱)

۱۔ تفسیر البیضاوی الجزء (۲)، سورۃ النحل (۱۶/۱۲۵)، ص ۲۴۵، مطبوعة: دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۸م

بلاؤ اپنے رب کے راستہ، یعنی اسلام کی طرف، حکمت یعنی مقالات محکمہ سے۔اور وہ ایسی دلیل ہے جو حق کو واضح اور "شبہ" کو زائل کرنے والی ہے۔ "موعظہ حسنہ"، "خطابات مقنعہ" اور نفع بخش عبرتوں کا نام ہے۔ پہلی قید خواص اُمّت کی دعوت کے لئے ہے، جو حقائق کے طلبگار ہیں اور دوسری قید عام اُمّت کے لئے ہے۔

قرآن کریم کی اس آیہ مبارکہ اور اس کی تفسیر سے چند امور روشن ہوئے:

"اولاً"...... سبیل ربّ سے مراد اسلام ہے۔ حکمت سے مراد مقالہ محکمہ ہے۔ موعظہ حسنہ سے مراد خطابات مقنعہ اور نافعہ عبرتیں ہیں۔

"ثانیاً"...... مقالہ محکمہ کے ساتھ دعوت، خواص اُمّت کو دی جائے گی، جو حقائق کے چاہنے والے ہیں۔ اور خطابات مقنعہ نیز نفع بخش عبرتوں سے عام لوگوں کو دعوت دی جائے گی۔

"ثالثاً"...... داعی کے لئے "سبیل رب" حکمت، موعظہ حسنہ اور مجادلہ بطریق احسن، کی پوری معرفت ہونی چاہئے۔ اور ان پر عبور حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ اسی کے لئے ان کے محل استعمال کی معرفت، نیز خواص و عوام کے مابہ الامتیاز کو اچھی طرح سمجھ لینا بھی ضروری ہے...... الحاصل...... دعوت و تبلیغ اور ہدایت و اصلاح کی صاف لفظوں میں دعوت دینے والی اس آیت مقدسہ کے کسی گوشہ سے کسی جاہل کو مبلغ و مصلح اور داعی و ہادی بننے کی اجازت نہیں ملتی ہے۔

ارشاد نبوی ہے:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ : "بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَةً، وَحَدِّثُوْا

عَنْ بَنِیْ إِسْرَائِیْلَ وَلَا حَرَجَ، وَمَنْ كَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ" (۱) (رواه البخاری)

حضرت ابن عمر سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ فرمایا: رسول ﷺ نے پہنچا دو میری طرف سے اگرچہ ایک ہی آیت ہو اور بنی اسرائیل کی روایتیں (عبرت کے لئے) ذکر کرو اس میں کوئی حرج نہیں اور (یاد رکھو) جو دانستہ طور پر مجھ پر جھوٹ باندھے گا یعنی جھوٹی روایتوں کی نسبت میری طرف کرے گا چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

اسی حدیث کی شرح میں ہے:

قیل: "بَلِّغُوا عَنِّیْ" یحتمل وجهین أحدُهما: اتصال السند بنقل الثقة عن مثله إلی منتهاه، لأن التبلیغ من البلوغ وهو انتهاء الشیء إلی غایته، والثانی: أداء اللفظ كما سمع من غیر تغیّر، والمطلوب فی الحدیث كلا الوجهین لوقوع "بَلِّغُوا" مقابلاً لقوله: "حَدِّثُوا عَنْ بَنِیْ إِسْرَائِیْلَ" (۲) (مرقاة شرح مشكوٰة)

۱۔ اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی "صحیح" کے کتاب الانبیاء باب ماذکر عن بنی إسرائیل (برقم: ۳۴۶۱) میں، امام ترمذی نے "جامع الترمذی" کے أبواب العلم باب ماجاء فی الحدیث عن بنی اسرائیل (برقم ۲۶۶۹) میں، اور امام احمد نے "المسند" (۱۰۹/۲) میں روایت کیا ہے، اور ولی الدین تبریزی نے "مشكوة المصابیح" كتاب العلم الفصل الاول (برقم: ۱/۱۹۸) میں ذکر کیا ہے۔

۲۔ مرقات المفاتیح لملا علی القاری، المجلد (۱) كتاب العلم، الفصل الاول، رقم الحدیث: ۱/۱۹۸ ص ۴۰۸، مطبوعة: دار الكتاب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱م

کہا گیا ہے کہ بَلِّغُوا عَنِّی دووجہوں کا احتمال رکھتا ہے "اول" متصل کرنا ہے سند کا نقل ثقہ کے ساتھ اس کے مثل سے منتہا تک اس لئے کہ تبلیغ بلوغ سے ماخوذ ہے اور وہ پہونچانا ہے چیز کو اس کے منتہی تک۔ "دوم" ادا کرنا ہے لفظ جیسا کہ سنا بغیر تغیر و تبدّل کے۔ اور حدیث میں دونوں صورتیں مطلوب ہیں بوجہ واقع ہونے "بَلِّغُوا" کے۔ آپ کے قول "حَدِّثُوا عَنْ بَنِی اِسرَائِیلَ" کے مقابل۔

اس حدیث شریف کو اگر اس کی شرح کی روشنی میں دیکھا جائے تو چند باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

اولاً...... بَلِّغُوا عَنِّی، سے جس تبلیغ کی ہدایت کی جارہی ہے اس کی دو صورتیں ہیں جس کی تشریح اوپر ہو چکی ہے۔

ثانیاً...... مُبلغِ حدیث کے لیے ضروری ہے کہ سند، اتصال سند اور ضعیف وثقہ راویوں کا پورا علم رکھے، گویا فنِ اسماء رجال پر اس کی گہری نظر ہو۔

ثالثاً...... مبلغ حدیث کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ حدیثِ رسول ﷺ کو جس طرح زبانِ رسالتماب ﷺ سے سنی ہے اسی طرح ان کو دوسروں تک پہنچا دے۔ ایسا نہ ہو کہ الفاظِ رسول ﷺ میں اس کی طرف سے کوئی کمی وبیشی، عمداً یا سہواً ہو جائے۔ لہٰذا مُبلغِ حدیث اگر ایک طرف زبان و بیان کی صفائی رکھتا ہو یعنی الفاظ کے مخارج سے صحیح طور پر واقف ہو تو دوسری طرف حافظہ و یادداشت میں بھی کامل ہو۔

رابعاً...... مُبلغ حدیث سے اگر حدیث شریف کے لفظ و معنی میں اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی، بھول چوک ہو گئی ہو تو معاف ہے، لیکن اگر اس نے جان بوجھ

کر یہ جسارت کی ہے تو اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

خامساً...... اگر کسی دوسری قوم کی روایتوں کا ذکر لوگوں کو عبرت کے لئے کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں...... الحاصل...... اس حدیث شریف میں بھی دعوت و تبلیغ کا حق جُہلا کو نہیں دیا گیا ہے۔ بلکہ یہ کام اربابِ علم وفقہ کے سپرد کیا گیا ہے۔ علماء و اولیاء کے علاوہ وعظ و نصیحت کا کام حاکم یا مأمور مِن السلطنت کرتا ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث اور اس کی شرح سے ظاہر ہوتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

عَن اِبن عوف ابن مالک الأَشجعی قال: قَالَ: رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ لا یَقُصُّ إِلَّا أَمِیرٌ أَوْ مَأْمُورٌ أَوْ مُختَالٌ (۱) (ابوداود، مشکوٰۃ)

ابن عوف ابن مالک اشجعی سے روایت ہے۔ انھوں نے کہا کہ فرمایا رسول ﷺ نے: وعظ نہیں کہے گا مگر امیر یا مامور یا متکبر۔

مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے:

ثم القص: التکلّمُ بالقصص والأخبار والمواعظ و قیل: المراد بها الخطبة خاصة، والمعنی لایصدر هذا الفعل الا من هؤلاء الثلاثة، وقوله إِلَّا "أَمِیرٌ" أی "حاکم" "أَوْ مَأْمُورٌ" أی مأذونٌ له بذلک من

۱۔ اس حدیث کو امام ابوداوَد نے اپنی "سنن" کے أول کتاب العلم، باب فی القصص (برقم: ۳۶۶۵) میں اور امام احمد نے "المسند" (۶/۲۷) میں روایت کیا اور ولی الدین تبریزی نے "مشکوٰۃ المصابیح" کے کتاب العلم، الفصل الثانی (برقم: (۲۴۰/۴۳) میں ذکر کیا ہے۔

(مرقات المفاتیح لملا علی قاری، کتاب العلوم، الفصل الثانی، (برقم ۲۴۰/۴۳)

الحاكم أو مأمور من عند الله كبعض العلماء والأولياء "أَوْ مُخْتَالٌ" أیٔ مُفتخرٌ متكبّر طالب للرياسة (۱)

پھر قص کے معنی قصے اور حکایتیں بیان کرنا ہے اور مواعظ ہیں اور کہا گیا ہے کہ مراد اس سے خاص کر خطاب کرنا ہے۔ اس کے معنی یہ ہے کہ یہ فعل ان تینوں کے علاوہ کسی اور سے صادر نہ ہوگا۔ امیر سے مراد حاکم ہے، اور مامور سے مراد حاکم کا اجازت یافتہ یا مامور من عند اللہ جیسے بعض علماء واولیاء۔ اور "مختال" سے مراد "مفتخر و متکبر" ہے جو ریاست کا طالب ہے۔

اس حدیث شریف اور اس کی شرح سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

اولاً..... وعظ کہنے والوں کی تین صورتیں ہیں جس کا ذکر صراحۃً حدیث شریف میں ہے۔

ثانیاً..... مامور کی دو صورتیں ہیں "ایک "مامور من السلطنت" دوم "مامور من عند اللہ"۔ اس صورت میں واعظین کی چار قسمیں ہوگئیں۔ "اول" امیر وسلطان" دوم "مامور من السلطنت" سوم "مامور من عند اللہ" چہارم "متکبر طالب حکومت وریاست۔

ثالثاً..... مامور من عند اللہ سے مراد علماء واولیاء ہیں۔

رابعاً..... اگر واعظ آمر یا مامور کچھ نہیں ہے تو یقینی طور پر اس کا متکبر اور طالب

---

۱. مرقات المفاتيح لملا على القارى المجلد (۱) كتاب العلم، الفصل الثانى، (رقم الحديث ۲۴۰/۴۳)، ص ۴۵۷، ۴۵۸، مطبوعة : دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱م

ریاست وشہرت ہونا متعین ہو جاتا ہے۔

خامساً...... بعض لوگوں کے قول پر " قص " سے مراد صرف خطبہ ہے۔ گویا خطبہ دینا بھی آمر یا مامور کا حق ہے۔ اس کے علاوہ جو بھی خطیب ہوگا اس کا شمار تیسری قسم یعنی "مختال" میں ہوگا۔

سادساً...... مختال بڑا ہی ابن الوقت ہوا کرتا ہے۔ چونکہ فقط اسٹیٹ و ریاست کا وہ طالب ہوتا ہے، لہذا اس کا ہر کام وقت کے تقاضے کے مطابق ہوا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر دو وقت، دو متضاد تقاضے ہوں، تو وہ دونوں پر عمل کرے گا اور اسے اس کا غم نہ ہوگا کہ اس کے قول و عمل، تضاد و تخالف کا شکار ہو گئے ہیں۔ اور نہ اسے اس بات کا افسوس ہوگا کہ اس کا موجودہ قول و کردار اس کے ماضی کے قول و فعل سے رسہ کشی کر رہا ہے۔ اسے ان ساری باتوں سے کوئی مطلب نہیں۔ اسے تو اسٹیٹ چاہیئے۔ جس کے دل و دماغ پر اسٹیٹ کا ایسا بھوت سوار نظر آئے اور وہ اپنی مطلب برآری کے لئے پوری فنی چابک دستی کے ساتھ عوام کو یہ سمجھانے کی کوشش کرے کہ اسٹیٹ ہی " کل اسلام " ہے تو ایسے شخص کے بارے میں یقینی طور پر یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ بہت بڑا ابن الوقت ہے اور بے شک "امیر جماعت مختالین" ہے۔

سابعاً...... چونکہ داعی و واعظ صرف آمر و مامور ہی (اپنی دونوں قسموں کے ساتھ) ہو سکتا ہے۔ لہذا ساری اُمتِ مسلمہ پر جس طرح ان کی اطاعت ضروری ہے اسی طرح یہ بھی لازم ہے کہ "مختالین" کی اتباع سے اپنے کو

بچائیے۔ قرآن کریم نے بھی اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ صرف "اُولیِ الامر" کی اطاعت کو ضروری قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَطِیعُوا اللّٰہَ وَاَطِیعُوا الرَّسُولَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنکُمْ﴾ (النساء: ۴/۵۸)

کہا مانو اللہ کا اور کہا مانو رسول کا اور حکومت والوں کا تم میں سے (معارف القرآن)

یہاں "اطاعت" سے مراد "اطاعت شرعی" ہے اور "اُولی الامر" سے مراد علماء مجتہدین ہیں، خواہ بالواسطہ مراد ہو یا بلا واسطہ۔ بلا واسطہ کی شکل تو یہی ہے کے اُولیِ الامر سے براہِ راست علماء مجتہدین یا وہ سلطانِ وقت جو خود عالم مجتہد ہو مراد لے لیا جائے۔ اس وقت آمر علماءِ مجتہدین کی صف میں ہوگا اور بالواسطہ کی صورت یہ ہے کہ اُولیِ الامر سے مراد مطلقاً سلطان لے لیا جائے، خواہ وہ عالم شریعت ہو یا نہ ہو۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اگر وہ خود عالمِ شریعت نہ ہو، تو پابند ہو کسی عالمِ مجتہد کا۔ اس صورت میں سلطان کی حیثیت احکام کا نفاذ کرنے والے کی ہوگی، نہ کہ احکام کے استنباط کرنے والے کی۔ گویا رعایا کا حاکم سلطان ہوگا اور سلطان کے حاکم علماءِ مجتہدین۔ اب سلطان کی اطاعت در حقیقت علماء مجتہدین کی اطاعت ہوگی اور اگر سلطان علماء مجتہدین کی اطاعت سے آزاد ہو کر کوئی حکم دے تو اس کو تسلیم کرنا کسی پر لازم نہیں۔ بلکہ "عدم تسلیم" لازم ہے۔ اس لئے کہ "لَاطَاعَةَ فِی مَعْصِیَةِ اللّٰہِ" (۱) اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں کی جاسکتی۔

۱۔ حدیث شریف کے ان الفاظ کو امام مسلم نے اپنی "صحیح" کے کتاب الامارۃ باب وجوب طاعة الأمير في غير معصية الخ (برقم: ۱۸۴۰/۳۹) میں روایت کیا ہے۔

مامور من السلطنت کو بھی اسی پر قیاس کیا جائے گا کہ اگر وہ خود عالمِ شریعت نہیں ہے تو اس پر لازم ہے کسی عالم مجتہد کے استنباط کردہ احکامات کا پابند ہو......اب داعی بننے سے پہلے ہر داعی پر ضروری ہے کہ وہ اپنے کو دیکھے کہ وہ آمر ہے یا مامور۔ اگر وہ ان دونوں میں سے کوئی نہیں تو دعوت و ہدایت کا اسے قطعی حق نہیں۔ اب اگر وہ دعوت و تبلیغ کے اہم فرائض کی انجام دہی کی ناکام کوشش کرتا ہے، تو وہ یقیناً "مختال" ہے......اسی طرح سامعین و قارئین پر لازم ہے کہ وہ دیکھیں کہ ہمیں صراط مستقیم کی دعوت دینے والا آمر ہے یا مامور۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی نہیں، تو وہ اس قابل نہیں کہ اس کی باتوں پر کان دھرا جائے۔ وہ "جماعتُ المختالین" سے ہے۔

ہدایت و تبلیغ سے پہلے "تفقہ فی الدین" کا حصول ضروری ہے۔

یہ آیت کریمہ اس پر شاہد عدل ہے:

﴿فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ (التوبہ: ۹/ ۱۲۲)

تو کیوں نہیں نکلتے ان کے ہر قبیلہ سے کچھ لوگ جو دینی فقہ حاصل کریں اور تا کہ اپنی قوم میں خوف خدا پیدا کریں جب لوٹیں ان کی طرف، کہ وہ لوگ ڈرنے لگیں (معارف القرآن)

اس آیت کریمہ نے یہ بات بھی واضح کر دی کہ نہ تو ہر فردِ اُمّت، تفقّہ فی الدین کے حصول کا مکلّف ہے اور نہ ہر کس و ناکس کو دعوت و تبلیغ کی اجازت ہے...... الحاصل...... "حدیث قص" اس کی شرح اور ان دونوں کے جملہ نتائج اور ان کی تمام تشریحاتِ مفیدہ کے کسی پہلو سے جاہل کو دعوت و تبلیغ کی اجازت نہیں ملتی......خیال

رہے جہاں جہاں میں نے عالم، اربابِ علم وفقہ وغیرہ الفاظ استعمال کئے ہیں اس سے میری مراد وہی عالم ہے جس کا ذکر اس حدیث شریف اور اس کی شرح میں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: "اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَاراً وَلَا دِرْهَماً اِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ" (۱) (مشکوۃ)

ترجمہ: بے شک علماء وارث انبیاء ہیں، نہ تو وہ دینار کے وارث ہوئے اور نہ درہم کے۔ وہ صرف علم کے وارث ہوئے ہیں۔

اسی حدیث کی شرح (مرقات) میں ہے:۔

"إِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ" لإظهار الإسلام و نشر الأحكام أو بأحوال الظاهر والباطن على تباين أجناسه و اختلاف أنواعه (۲)

اور بے شک وارث ہوئے (علماء) علم کے اظہارِ اسلام اور اشاعتِ احکام کے لئے۔ احوال ظاہری و باطنی کے ساتھ ان کی اجناس وانواع کے تباین واختلاف کی بنا پر۔

الحاصل اظہارِ اسلام اور اشاعتِ احکام، ان کے اہل ہیں علماءِ کرام، نہ کہ جہلائے بے لگام۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ حدیث شریف کی روشنی میں یہ بات بالکل

۱۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے "جامع الترمذی" کے أبواب العلم باب ماجاء فی فضل الفقه على العبادة (برقم: ۲۶۸۲) میں امام ابوداود نے اپنی "سنن" کے أول كتاب العلم، باب فی فضل العلم (برقم: ۳۶۴۱) میں احمد ابن ماجہ نے اپنی "سنن" کے كتاب السنة باب فضل العلماء والحث على طلب العلم (برقم: ۲۲۳) میں اور دارمی نے اپنی "سنن" کے مقدمہ باب فی فضل العلم والعالم (برقم: ۳۴۲) میں روایت کیا ہے اور ولی الدین تبریزی نے "مشکوۃ المصابیح" کے كتاب العلم الفصل الثانی (برقم: ۲۱۲/۱۵) میں ذکر کیا ہے۔

۲۔مرقات المفاتيح لملا على القارى، المجلد (۱) كتاب العلم الفصل الثانى، رقم الحديث: ۲۱۲/۱۵، ص ۴۳۰، مطبوعہ/ دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱م

علانیہ کہی جاسکتی ہے کہ عالم وہی ہے جس کو وارث النبی کہا جاسکے۔ اور جو لفظ وارث النبی کا صحیح مصداق ہو...... اس مقام پر یہ تنبیہ ضروری معلوم ہوتی ہے کہ صرف علوم کی تحصیل سے کوئی وارث النبی نہیں ہوتا۔ مثلاً اگر کوئی انسان دنیا کے جملہ علوم وفنون حاصل کرلے لیکن دائرہ اسلام میں اپنے کو داخل کر کے رسول ﷺ کی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں نہ پہن لے، تو یہ تو ممکن ہے کہ، وہ اپنے علم وفن میں اپنے وقت کا "جالینوس و افلاطون" ہو، لیکن وارث النبی نہیں ہوسکتا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

وارث النبی ہونے کے لئے سب سے پہلے نبی ﷺ کا غلام بننا پڑے گا اور ان کے لائے ہوئے دین پاک پر دل سے ایمان لانا پڑے گا۔

"عَلَيكُم بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ" (۱)

تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے

"أَصحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُم اِهْتَدَيْتُم" (۲)

میرے صحابہ مثل ستارے کے ہیں، جن کی اقتدا کرو گے راہ پاؤ گے

---

(۱) اس حدیث کو امام طبرانی نے "المعجم الأوسط" کے باب الألف : من إسمه أحمد (برقم : ٦٦) میں روایت کیا ہے۔ اسی طرح ذہبی نے "تذکرة الحفاظ" (برقم : ١٠١٦) تحت مسئلہ بول الصبی میں اسے ذکر کیا ہے۔ اسی طرح "الثقات" میں بھی یہ حدیث ملتی ہے۔

(۲) اس حدیث کو عجلونی نے "کشف الخفاء" حرف الهمزه مع الصاد المهملة (برقم : ٣٨١) میں امام بیہقی کے حوالے سے نقل کیا ہے اور لکھا کہ اسے دیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان الفاظ کے ساتھ مسنداً روایت کیا ہے کہ "أصحابي بمنزلة النجوم في السماء بأيهم اقتديتم الخ" اسی طرح "خلاصة البدر المنير" میں عمر بن علی بن الملقن الانصاری نے روایت کیا اسی طرح "الأحكام لآمدي" میں بھی اس حدیث کا تذکرہ ملتا ہے۔

"وَاتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّهُ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ" (۱)

سواد اعظم کی اتباع کرو، اس لئے کہ جو اِن سے الگ ہوا، اسے الگ کر کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ وغیرہا وغیرہا

فرمانہائے نبوت سے ہدایت حاصل کرتے ہوئے رسول کریم ﷺ کی ذات گرامی کے سوا خلفاء راشدین، صحابہ کرام اور سوادِ اعظم کو "معیارِ حق" تسلیم کرنا پڑے گا۔ سنت رسول ﷺ پر عامل ہو کر، اہلسنت، اور سنت جماعت صحابہ پر عمل کر کے، اہلِ جماعت۔ یا الفاظ دیگر "اہلِ سنت و جماعت" بننا پڑے گا۔ اپنے دل کو محبت رسول ﷺ کا مدینہ اور عظمتِ نبوت کا گنجینہ بنانا پڑے گا۔ لہٰذا جن لوگوں کے مذہب میں رسول ﷺ کی محبت شرک اور رسول ﷺ کی عظمت کا اظہار کفر ہو۔ جنھیں رسولِ کریم ﷺ کو اپنے زورِ خطابت میں ان پڑھ بادیہ نشین، اَن پڑھ صحرا نشین، یہاں تک کہ بدوی تک کہہ دینے میں کوئی مضائقہ نہ ہو، جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اسرائیلی چرواہا کہہ کر گذر جانے کے عادی ہوں۔ جن کے نزدیک نبی کریم ﷺ کے علاوہ کوئی نہیں رہ جاتا، جن کو تنقید سے بالاتر سمجھا جائے۔ اور جن کے نزدیک قرآنِ کریم کو سمجھنے کے لئے اس کی جملہ

۱۔ اس حدیث کو ولی الدین تبریزی نے "مشکوۃ المصابیح" کے کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، الفصل الثانی، (برقم: ۱۷۴/۳۵) میں نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ رواہ ابن ماجہ من حدیث انس ہے جبکہ ابن ماجہ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث کے الفاظ یہ ہیں إِنَّ أُمَّتِي لَا تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلَالَةٍ فَإِذَا رَأَيْتُمُ اخْتِلَافًا فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ (سنن ابن ماجہ، ابواب الفتن، باب السواد الاعظم، برقم: ۳۹۵) اور مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ کے الفاظ ترمذی کی روایت (برقم: ۲۱۶۷) میں ہیں۔

تفاسیر مرویہ موجودہ دور کے لئے بیکار ہوں۔ محض اپنی عقل اور اپنے قیاس سے تفسیر کرنا، کرانا چاہتے ہوں۔ جو صحیح سے صحیح حدیث کی صحت ماننے کے لئے تیار نہ ہو اور جن پر صحیح ترین حدیث سے بھی حجت قائم کرنا دشوار ہو۔ جو دینی تعلیم حاصل کرتے کے لئے تفسیر وحدیث کے پرانے ذخیروں کو بیکار سمجھتے ہوں۔ دجال کے خروج کے بارے میں جو احادیث صحیحہ ہیں ان کو افسانہ بتانے میں جن کو کوئی باک نہ ہو۔ جو اس قسم کی روایات کو رسول ﷺ کے قیاسات واندیشے سے تعبیر کر کے ان کی صحت کا بطلان کر رہے ہوں۔ جو ایسا انقلاب چاہتے ہوں، جہاں اسلاف کے فقہی سرمایہ کی کوئی قیمت نہ ہو اور ایک ایسی ڈگری کی تلاش میں ہوں جو مجتہدین سلف میں کسی ایک کے علوم و منہاج کی پابند نہ ہوں۔ جس کے نزدیک اسلامی عبادت کی تشریح ایسی ہے، کہ بت پرست کی بت پرستی بھی عبادت الٰہی کے تحت آ جاتی ہے۔

جن کی اصطلاح میں فرشتہ تقریباً اسی کو کہتے ہیں، جس کو یونان و ہندوستان وغیرہ ممالک کے مشرکین نے دیوی یا دیوتا قرار دیا ہے۔ مسئلہ قضا و قدر جن کے نزدیک، ضروریاتِ دین سے نہیں اور جن کے نزدیک امام مہدی کی، بالکل جدید ترین طرز کے لیڈر کی، حیثیت ہوگی۔ جنھیں نہ تو مقامِ ولایت وقطبیت حاصل ہوگی اور نہ ان کے کاموں میں کشف و کرامات کی جگہ نظر آئے گی۔ اور نہ الہام و ریاضت کا پتہ ملے گا۔ جو مراقبہ، مکاشفہ، چلّہ کشی، ریاضت اور اوراد و وظائف اور احزاب و اعمال کو دماغ کا خبط اور ذہنی چکر سمجھ رہے ہوں۔

جن کے نزدیک جملہ اولیاء وصوفیاء ہمیشہ شکارِ غفلت رہے اور جو مشائخ کرام اور ارباب "من دون اللّٰہ" میں کوئی فرق نہ محسوس کرتے ہوں۔ جن کے نزدیک

صوفیائے کرام کی زبان واصطلاحات، رُموز واشارات، لباسِ بیعت وارادت، اور ہر وہ چیز جو اس طریقہ کی یاد تازہ کرانے والی ہو، ذیابیطس کے مرض سے کم نہ ہو۔

جو انبیاء واولیاء، شہداء وصالحین ومجاذیب، اقطاب، ابدال، علماء ومشائخ سے تعلق محبت وعقیدت رکھنے کو، ان کو خدا بنالینا سمجھتے ہوں۔ جن کے نزدیک فاتحہ، زیارات، نیاز ونذر، عرس، صندل، چڑھاوے مشرکانہ پوجاپاٹ کے قائم مقام ہوں۔

جو بزرگانِ دین کے تصرفات وکرامات کے منکر ہوں۔ یہاں تک کہ ان بزرگوں کی ولادت، وفات، ظہور وغیاب، کرامات وخوارق، اختیارات وتصرفات اور اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کے تقربات کے واقعات کو بُت پرست مشرکین کی میتھالوجی کے دوش بدوش بتاتے ہوں۔ جو اسلام کی ایسی تشریح کرتے ہوں جس کی رو سے عامۃ المسلمین اور بے شعور بچے مسلمان نہیں رہ جاتے۔ جو اسلام کو دین فطرت نہ سمجھتے ہوں۔ حتی کہ جہالت کے ساتھ مسلمان ہونا ناممکن بتاتے ہوں۔ جو حضور اکرم ﷺ کی کامیابی کو عرب کے جاہل عوام کا مرہون منت ٹھہراتے ہوں۔ جو قرآن کریم کو ہدایت کے لئے تو کافی سمجھتے ہوں، لیکن نجات کے لئے کافی نہیں سمجھتے۔ حالانکہ ہدایت و نجات لازم وملزوم ہیں۔ جن کے نزدیک خانقاہوں اور مساجد میں رہنے والے مشائخ کرام تاریک خیال اور دنیا پرست ہوں۔ جو خالص اسلامی تصوّف کو رواقیت، اشراقیت، مانویت، ویدانتزام کی آمیزش سے تیار شدہ ایک مرکب بتاتے ہوں۔ جو پرانے مفکرین اسلام ومحققین کے سرمایۂ علم وتحقیق کو اس دور کے لئے بیکار وعبث سمجھتے ہوں۔ جن کے نزدیک ابھی تک کوئی مجدد کامل پیدا ہی نہ ہوا ہو۔ اور جو یہ بے دھڑک کہہ رہے ہوں کہ دنیا میں آج اسلام کہیں نہیں۔ جو قائلین امکان کذب اور منکرین علم

غیب رسول ﷺ کے ردّ و ابطال کو گوارا نہ کرتے ہوں۔ جو تقدیسِ رسالت کی نفی ہی کو توحیدِ الٰہی سمجھ رہے ہوں...... الحاصل...... جو ﴿اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ (۱) تو کہتے ہوں، لیکن قرآنی لب ولہجہ میں ﴿مَاهُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ (۲) کے زمرہ میں آتے ہوں۔ اور جب ان سے یہ کہا جائے کہ ﴿اٰمِنُوْا كَمَا اٰمَنَ النَّاسُ﴾ (۳) ویسا ایمان لاؤ جیسا لوگ لا چکے، اسی راستے پہ چلو جس پر اسلاف امت چل چکے، تو وہ یہ کہہ کر آگے بڑھ جاتے ہوں کہ ﴿اَنُؤْمِنُ كَمَا اٰمَنَ السُّفَهَاءُ﴾ (۴) کیا ہم ویسا ایمان لائیں جیسا کہ بیوقوف واحمق لوگ ایمان لا چکے۔ ہم اس راستے پر چلنے کے لئے تیار نہیں جس پر اسلاف چلے۔ اس لئے کہ وہ سب بیوقوف واحمق تھے جنھوں نے قرآن وسنّت کو سمجھنے کے لئے تفاسیر واحادیث کے پرانے ذخیروں ہی پر اعتماد کرلیا اور کلامِ خدا اور ارشادِ نبوی ﷺ کی اپنے طرف سے تفسیر بالرائے نہیں کی۔

ایسے لوگ جو مذکورہ بالا خیالات وعقائد کے حامل ہوں، اسلام کی دعوت وتبلیغ کا حق نہیں رکھتے، خواہ وہ ساری دنیا کے علوم وفنون کی سند اپنے پاس رکھتے ہوں۔ ان کے پوری جماعت "مختالین" کی جماعت ہوگی۔ اور ان کا امیر جماعت "امیر جماعتِ مختالین" ہوگا۔ اس لئے دینِ اسلام کی دعوت وتبلیغ اور مسلمانوں کی ہدایت واصلاح کا وہی حقدار ہے جو شریعت کا علم رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے عقیدہ وعمل میں ہدایت یافتہ بھی ہو۔ ورنہ وہ علماء کے زُمرے میں شمار نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے کہ ہر عالم کے لئے وارث النبی

۱۔ ترجمہ:۔ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے۔ (البقرہ : ۸/۲)

۲۔ ترجمہ:۔ اور وہ ایمان والے نہیں۔ (البقرہ : ۸/۲)

۳۔ ترجمہ:۔ ایمان لاؤ جیسے اور لوگ ایمان لائے۔ (البقرہ: ۱۳/۲)

۴۔ ترجمہ: کیا ہم احمقوں کی طرح ایمان لے آئیں (البقرہ: ۱۳/۲)

ﷺ ہونا ضروری ہے۔ اور ایسے لوگ جن کے اوصاف کی طرف میں اشارہ کر چکا ہوں، ان جُہلائے نامدار سے کم نہیں، جن کا ذکر اس حدیث شریف میں ہے:

"اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوساً جُهَّالاً فَسُئِلُوا فَأَفْتَوا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا" (۱)

(مشکوۃ)

لوگ جاہلوں کو امیر بنائیں گے۔ پس ان سے سوال کئے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے۔ خود گمراہ ہوں گے دوسروں کو گمراہ کریں گے۔

مرقات میں ہے:

اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوساً أَیْ خلیفةً و قاضیاً و مفتیاً و إماماً و شیخاً جُهَّالاً أَیْ جهلة "فَسُئِلُوا فافتوا أَیْ اجابوا و حکموا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا" ای صاروا ضالّین و أَضَلُّوا ای مضِلّینَ لغیرهم فیعم الجهل العالم(۲)

لوگ جہال، یعنی جاہلوں کو اپنا امیر یعنی خلیفہ، قاضی، مفتی اور امام و پیر بنائیں گے اور

۱۔ اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی "صحیح" کے کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم (برقم: ۱۰۰) میں، امام مسلم نے اپنی "صحیح" کے کتاب العلم، باب رفع العلم و قبضه، و ظهور الجهل والفتن الخ (برقم: ۲۲۷۳/۱۳) میں، امام ترمذی نے "جامع الترمذی" کے ابواب العلم، باب ماجاء فی ذهاب العلم (برقم: ۲۶۵۲) میں، امام ابن ماجہ نے اپنی "سنن" کے کتاب السنة، باب اجتناب الرای و القیاس (برقم: ۵۲) میں اور امام احمد نے "المسند" (۱۶۲/۲) میں روایت کیا ہے اور ولی الدین تبریزی نے "مشکوۃ المصابیح" کے کتاب العلم، الفصل الأول (برقم: ۹/۲۰۶) میں ذکر کیا ہے۔

۲۔ مرقات المفاتیح لملا علی القاری، کتاب العلم، الفصل الاول (برقم: ۹/۲۰۶)، ص ۴۱۹، مطبوعه: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الاولیٰ ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱م

ان سے سوالات ہوں گے، وہ فتوے دیں گے یعنی جواب دیں گے اور حکم کریں گے بغیر علم کے، پس خود گمراہ ہو جائیں گے اور گمراہی پھیلائیں گے یعنی دوسروں کو گمراہ کریں گے، تو جہالت عالم میں عام ہو جائے گی۔

اس مقام پر میں دعوت و تبلیغ کا جذبہ رکھنے والے تمامی حضرات مسلمین سے گذارش کروں گا کہ بے شک آپ کا "جذبہ دعوت و تبلیغ" قابل قدر جذبہ ہے اور اس مقدس جذبہ کے رکھنے کی وجہ سے آپ حضرات لائق صد ستائش ہیں۔ لیکن اس بات کو نہ بھولئے کہ جس خدائے رحمٰن نے آپ کے قلوب میں اس مقدس جذبہ کو پیدا کیا ہے، اسی مالک حقیقی نے اس کو بروئے کار اور عملی دنیا میں لانے کے لئے کچھ اصول وضوابط بنا دیئے ہیں، جس کی طرف آیات سابقہ اشارہ فرما رہی ہیں۔ اور جس کی تشریح گذر چکی ہے۔ لہذا ایمان باللہ کا تقاضہ یہ ہے کہ جب نا اہلوں کو دعوت و تبلیغ کی اجازت "من جانب اللہ" نہیں ہے، تو چاہئے کہ ہر ایسا شخص جو اس کا اہل نہیں ہے، خواہ اس کے دل میں اس کا کتنا ہی جذبہ ہو مگر وہ اس میدان میں نہ آئے۔

امید ہے انصاف و دیانت کی کسی عدالت میں بھی، میری یہ آواز، "صدا بہ صحرا" نہ رہے گی۔ اور لوگ جذبات سے الگ ہو کر مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کر کے کوئی صحیح نتیجہ نکالیں گے۔ اور ایسا نتیجہ نکالیں گے، جو اللہ ورسول کی خوشنودی کا سبب ہوگا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مسلمان اپنے خدا اور رسول ﷺ کے احکامات کا عملی طور پر احترام کرتا ہے یا موجودہ دور کے ابن الوقتوں اور "محتالین" کے ہاتھوں کا کھلونا بنتا ہے۔

ایک بات اور عرض کرتا چلوں جس سے بہت سارے شکوک خود بخود رفع ہو جائیں گے۔ عالم شریعت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) مجتہد (۲) غیر مجتہد

پھر مجتہد کے چھ طبقے ہیں:۔

(۱)...... **مجتہد فی الشرع:** یہ وہ حضرات ہیں جنھوں نے اجتہاد کر کے قواعد بنائے۔ جیسے ائمہ اربعہ۔

(۲)...... **مجتہد فی المذہب:** یہ وہ حضرات ہیں جو ان اصولوں میں تقلید کرتے ہیں اور ان اصول سے مسائل شرعیہ فرعیہ خود استنباط کر سکتے ہیں۔ مثلاً امام ابو یوسف، امام محمد و ابن مبارک۔ یہ قواعد میں حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مقلد ہیں اور مسائل میں خود مجتہد۔

(۳)...... **مجتہد فی المسائل:** یہ وہ حضرات ہیں جو کہ قواعد و مسائل فرعیہ دونوں میں مقلد ہیں۔ مگر وہ مسائل جن کے متعلق ائمہ کے تصریح نہیں ملتی ان کو قرآن و حدیث وغیرہ، دلائل سے نکال سکتے ہیں مثلاً امام طحاوی، قاضیخاں، شمس الائمہ سرخسی وغیرہ۔

(۴)...... **اصحاب تخریج:** یہ وہ حضرات ہیں جو کہ اجتہاد تو بالکل نہیں کر سکتے۔ ہاں ائمہ میں سے کسی کے مجمل قول کی تفصیل فرما سکتے ہیں جیسے کہ امام کرخی وغیرہ۔

(۵)...... **اصحاب ترجیح:** یہ وہ حضرات ہیں جو امام صاحب کی چند روایات میں سے بعض کو ترجیح دے سکتے ہیں۔ یعنی اگر کسی مسئلہ میں امام اعظم رضی اللہ

عنہ کے دوقول روایت میں آئیں، یا امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف ہو، تو کسی قول کو ترجیح دے سکتے ہیں۔ ھذا اولیٰ یاھذا اصح وغیرہ الفاظ سے جیسے صاحب قدوری وصاحب ہدایہ وغیرہ۔

(۶)...... **اصحاب تمیز:** یہ وہ حضرات ہیں جو کہ ظاہر مذہب اور روایات نادرہ، اسی طرح قول ضعیف اور قوی واقویٰ میں فرق کر سکتے ہیں کہ اقوالِ مردودہ اور روایات ضعیفہ کو ترک کر کے صحیح روایات اور معتبر قول لیں۔ جیسے کہ صاحب کنز وصاحبِ درمختار وغیرہ (۱) (مقدمہ شامی) (۲)

جن میں ان چھ وصفوں میں سے کچھ بھی نہ ہوں وہ غیر مجتہد اور مقلد محض ہے۔ جیسے ہمارے زمانے کے سارے علماء۔ ان کا صرف یہی کام ہے کہ کتاب سے مسائل دیکھ کر لوگوں کو بتا دیں۔ گویا یہ لوگ صرف اسی تبلیغ وہدایت کے مکلّف ہیں کہ اسلاف کی بنائی ہوئی ڈگر پر خود چلیں اور دوسروں کو چلائیں۔ اور جو ان سے بھی گیا گذرا ہے، اس کا کام صرف ہدایت حاصل کرنا ہے نہ کہ ہدایت دینا۔

یہ بھی خیال رہے کہ جو جس مقام کا عالم ہوگا اس کا دائرۂ دعوتِ تبلیغ اسی مقام

ا۔ اسی طرح ان اصحاب متون میں صاحب وقایہ، اور صاحب المجمع کو بھی علامہ شامی نے ذکر کیا ہے۔

۲. الردالمحتار علی الدر المختار المجلد (۱) مقدمة الکتاب: مطلب: فی طبقات الفقهاء ص ۱۸۱ . ۱۸۲ . ۱۸۳ . ۱۸۴ ، مطبوعة: دار المعرفة، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۰ھ، ۲۰۰۰ء أیضاً شرح عقود رسم المفتی، ص ۲۸ . ۲۹ . ۳۰ . ۳۱ . ۳۲ . ۳۳ . ۳۴، مطبوعة: میر محمد کتب خانه، کراتشی

کے مناسب ہوگا اور اس کو من جانب اللہ اسی کی تکلیف دی جائے گی۔ صریحی احکام مثلاً پانچ نمازیں، نماز کی رکعتیں، تیس روزے، روزے میں کھانا پینا حرام ہونا، اس میں کسی کی تقلید جائز نہیں۔ لہذا اس کے ثبوت کے لئے فقہ اکبر کے بجائے، قرآن و حدیث کو پیش کیا جائے گا۔ جس طرح ان عقائد میں تقلید جائز نہیں ہے، جن پر اعتماد ہر مکلّف کے لئے ضروری ہے، جس پر اربابِ سنّت و جماعت یعنی اشاعرہ و ماتریدیہ ہیں۔ (مقدمہ شامی)

تقلید، فقط ان مسائل میں کی جائے گی جو قرآن و حدیث یا اجماع سے اجتہاد و استنباط کر کے نکالے جائیں۔ ان مسائل میں غیر مجتہد پر مجتہد کی تقلید واجب ہے۔

اس تشریح و توضیح سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جو جس درجہ اور جس مقام کا عالم شریعت ہوگا، اسکو اسی قسم کی دعوت و تبلیغ اور ہدایت و اصلاح کا حق پہونچتا ہے جو اس کے مقام کے لائق ہو۔ اور اگر اس سے زیادہ اس پر بوجھ ڈالا گیا تو یہ "تکلیف مَا لَا یُطَاق" ہوگی۔

اب میں سائل سے براہ راست مخاطب ہوکر گذارش کروں گا کہ دعوت و تبلیغ سے پہلے وہ اپنے گریبان میں سر ڈالے، اپنے علم و عمل کے دست و بازو کی قوت کو سمجھے، پھر علمائے شریعت کے جس درجہ پر اپنے کو پائے، اپنی دعوت و تبلیغ میں اسی کے تقاضوں کو پورا کرے۔ اور آگے بڑھ کر اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالے۔ اور اگر علمائے شریعت کی کسی منزل میں نہ ہو، تو صرف ہدایت حاصل کیا کرے۔ ہدایت کرنے کا خواب نہ دیکھے۔ ہدایت حاصل کرنے کی بات آگئی تو اتنا اور سماعت فرماتے چلیئے۔

مشکوۃ میں ہے:

عَنْ اِبْنِ سِيْرِيْنَ: " اِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ، فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَأْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ"(۱)

" یہ علم دین ہے، تو تم دیکھو، کہ اسے کس سے حاصل کر رہے ہو"۔

یعنی طالب ہدایت اور طالبِ علمِ دین کے لئے ضروری ہے کہ اپنی اس طلب سے پہلے، اچھی طرح سمجھ بوجھ لے کہ، جس استاد کے آگے زانوئے تلمذ رکھنا چاہتا ہے، وہ معلم یا جن لٹریچرس، یا کتابوں سے تحصیلِ علم کرنے کا خواہش مند ہے، ان کے مصنفین ہدایت یافتہ ہیں یا "جماعت مختالین" سے ہیں۔ اگر خدانخواستہ وہ "جماعت مختالین" یا ان کے لٹریچرس سے طالبِ ہدایت ہے، تو اس کا یہ کردار صرف یہی نہیں کہ اثر ابن سیرین کی کھلی ہوئی خلاف ورزی ہے۔ بلکہ قرآن وحدیث سے اپنا منہ موڑنا ہے۔ اس لئے جب کہ قرآن وحدیث نے بے علم اور بے دین دونوں کو ہدایت کرنے کا حق ہی نہیں دیا ہے تو پھر لوگوں کو ان سے ہدایت حاصل کرنے کا حق کیسے مل سکتا ہے۔

غور تو کیجئے! بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ جاہلوں اور بے دینوں سے تو یہ کہا جائے کہ تم ہدایت نہیں دے سکتے اور لوگوں کو اس کی اجازت دی جائے کہ وہ جاہلوں اور بے

۱۔ اس اثر کو امام مسلم نے اپنی "صحیح" کے مقدمۃ الکتاب، باب بیان إن الاسناد من الدین الخ (برقم: ۲۶) میں اور امام دارمی نے اپنی "سنن" کے مقدمہ باب فی الحدیث عن الثقات (برقم: ۴۱۹) میں روایت کیا ہے اور ولی الدین تبریزی نے "مشکوۃ المصابیح" کے کتاب العلم، الفصل الثالث (برقم : ۲۷۳/۷۶) میں ذکر کیا ہے۔

دینوں سے ہدایت حاصل کریں۔ تو یہ اپنے ہی قول میں تعارض پیدا کرنا ہے۔ اس مسئلہ کے متعلق کہ بے دین سے ہدایت اور جاہلوں سے علم کی تحصیل شرعی نقطہ نظر سے حرام ہے، آیات واحادیث اور آثار واقوال ائمہ سے کافی روشنی حاصل کی جاسکتی ہے، لیکن طوالت کے خیال سے اسی پر اکتفا کر رہا ہوں۔ ہاں اتنی بات عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں:

حدیث شریف میں ہے:

"اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْحَكِيمِ، فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا" (۱)

کلمہ حکمت حکیم کی مطلوبہ وگم شدہ چیز ہے تو وہ اس کو جہاں پائے تو وہ (حکیم) زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس پر عمل کرے اور اس کی اتباع کرے۔

کلمہ حکمت کی تفسیر یہ کی گئی ہے:

قال مالک: هِیَ الفقهُ فِی الدین

حضرت مالک نے فرمایا کہ فقہ فی الدین ہی کلمہ حکمت ہے۔

اسی حدیث شریف کی تشریح میں فرمایا جاتا ہے:

أو المعنى أن كلمة الحكمة ربما تفوه بها من ليس لها بأهل، ثم دفعت

۱۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے "جامع الترمذی" کے ابواب العلم باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة (برقم: ۲۶۸۷) میں الکلمه الحکمة ضالة المؤمن الخ کے الفاظ سے اور ابن ماجہ نے اپنی "سنن" کے أبواب الزهد باب الحكمة (برقم: ۴۱۶۹) میں الكلمة الحكمة ضالة المؤمن حيثما الخ کے الفاظ سے روایت کیا ہے اور ولی الدین تبریزی نے "مشكوة المصابيح" کے كتاب العلم، الفصل الثانی (برقم: ۱۹/۲۱۶) میں "ضالة الحكيم" کے لفظ سے ذکر کیا ہے۔)

إلى أهلها فهو أحق بها من قائلها(١)

اس کا معنی یہ ہے کہ کلمہ حکمت کبھی کبھی ایسے کے منہ سے بھی نکل جاتا ہے جو اس کا اہل نہیں۔ پھر وہ کلمہ اپنے اہل تک پہونچا پس وہ اہل اس پر عمل کرنے کا زیادہ حق رکھتا ہے اس کے قائل سے۔

اس حدیث اور اس کی شرح سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

اولاً...... کلمہ حکمت، حکیم کی مطلوبہ وگم شدہ چیز ہے نہ کہ جاہل کی۔ اس لئے کہ کلمۂ حکمت کو کلمۂ حکمت سمجھنا حکیم ہی کا کام ہے۔

ثانیاً...... کلمۂ حکمت سے مراد "فقه فی الدین" ہے، لہذا حکیم سے مراد "فقیه فی الدین" ہوا۔

ثالثاً...... "فقیه فی الدین" ہونے کے بعد انسان کو یہ اجازت ملی ہے کہ اگر نا اہل کی زبان سے نکلا ہوا کوئی کلمۂ حکمت اس تک پہنچے تو وہ اس پر عمل کرے، اس لئے کہ اس صورت میں یہ نا اہل کی اتباع یا اس سے طلب ہدایت نہ ہوئی۔ کیوں کہ نا اہل تو خود نہیں سمجھتا کہ میرے منہ سے جو نکلا ہے وہ کلمہ حکمت بھی ہے یا نہیں۔ بلکہ اس کلمہ کو کلمۂ حکمت اس حکیم کے "تفقه" نے سمجھا ہے۔ تو گویا وہ اپنی ہی سمجھی ہوئی بات پر عامل ہوا۔ کلمہ اگرچہ نا اہل کی زبان سے نکلا ہے، لیکن حق عمل حکیم کو زیادہ حاصل ہے۔ اس لئے کہ نا اہل خود نہیں سمجھتا کہ اس کے منہ سے جو کلمہ نکلا ہے وہ کلمۂ حکمت بھی ہے یا نہیں۔

---

(١) مرقات المفاتيح لملا على القارى، المجلد (١)، كتاب العلم، الفصل الثانى (برقم: ٢١٦/١٩)، ص ٤٣٣، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الاولىٰ، ١٤٢٢ھ/٢٠٠١م

ہاں اگر ایسی صورت ہو کہ آپ کسی کلمہ کو کلمہ حکمت، نااہل، بے دین یا کسی جاہل کے کہنے سے تسلیم کریں، اور پھر اس پر عمل کریں، تو اب کہا جائے گا کہ آپ نے نااہل، بے دین یا جاہل کی اتباع کر کے فعل حرام کا ارتکاب کیا ہے...... الحاصل...... اگر بے دینوں کی کتابوں کو ردو ابطال اور تنقید و تبصرہ کے لئے دیکھا جائے اور اس سے تحصیلِ ہدایت اور طلبِ علم کا کوئی مقصد نہ ہو، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اس کے لئے ضروری یہ ہے کہ دین کا پورا تفقہ پہلے حاصل کر لیا جائے۔ بغیر اس کے، کسی کو ردو ابطال یا تنقید و تبصرہ کا کوئی حق نہیں پہونچتا۔ "فقیہ فی الدین "یا" تفقہ فی الدین" سے ہماری مراد کیا ہے؟ اس کے کتنے مراتب ہیں؟ ہر ہر مرتبہ والے کو کن کن باتوں کی اجازت ہے؟ ان سب کی تفصیل بقدر ضرورت گزر چکی۔

اس مقام پر میں ان لوگوں کو زیادہ دعوتِ غور و فکر دوں گا، جو اپنے دین کے اصول و فروع سے بے خبر ہیں۔ جن کا مبلغِ علم، اردو کی چند کتابیں ہیں۔ جو اتنی صلاحیت نہیں رکھتے، کہ جس زبان میں قرآن نازل ہوا۔ احادیث کریمہ کا ذخیرہ دستیاب ہوا، اس زبان کی کسی کتاب کو سمجھ سکیں۔ جو صراطِ مستقیم یعنی ان کے راستے سے بے خبر ہوں، جن پر اللہ کا انعام ہے اور جو منعم علیھم ہیں۔ اور قرآن کریم نے جن کی تعبیر، انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین سے کی ہے...... الحاصل...... جو "تفقہ فی الدین" نہیں رکھتے، اور پھر بے دینوں کے لٹریچر کو اپنے لئے ہدایت و تحصیل کا ذریعہ بناتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُ لَا يَعْلَمُوْنَ (۱)

(۱) اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے پس وہ نہیں جانتے۔

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ
ترجمہ: اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں
واضح حکم خداوندی کے باوجود
ہم اپنے دینی و دنیاوی مسائل پوچھنے میں کیوں ہچکچاتے ہیں ......؟
آپ کے اپنے علاقے میں قائم
دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنّت میں
بمقام: نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر کراچی۔
حضرت علامہ مولانا مفتی عطاء اللہ نعیمی صاحب مدظلہ العالی
آپ کے دینی و دنیاوی مسائل کے جوابات کے لیے موجود ہیں۔
آیئے.........اور.........پوچھیے
منجانب
جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی۔